

زکوٰۃ کے علاوہ ٹیکس لگانے کا حکومتی استحقاق

پروفیسر محمد عبداللہ ملک گورنمنٹ کالج فیصل آباد

کا حصول، سخاوت کا ملکہ، ایثار کا جذبہ، بارگاہ ہوتا ہے۔ نیز دونوں کے مصارف بھی ایک ایک ہیں۔ اس لئے نہ ہی یہ ایک دوسرے کی جگہ لے سکتے ہیں اور نہ ہی ایک دوسرے کو ساقط کر سکتے ہیں۔

زکوٰۃ اور انکم ٹیکس کا فرق بیان کرتے ہوئے ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

”کہ حکومت ٹیکس لے کر اپنے کاموں میں خرچ کرتی ہے اور اسلام ٹیکس کی رقمیں غریب و مساکین اور محتاجوں میں تقسیم کرا دیتا ہے۔“ (۵)

اسلامی ریاست کی اجتماعی و فلاحی سکیموں اور منصوبوں کے لئے اسلام کے مالیاتی نظام میں دس بارہ قسم کے ذرائع آمدنی مروج رہے ہیں۔ لیکن اسلامی ریاست کو ان کے علاوہ اور ہنگامی ٹیکس بوقت ضرورت عائد کرنے کی مشروط اجازت بھی ہے۔ ان ٹیکسوں کو فقہی اصطلاح میں ”ضرائب و نواب“ کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

و یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو۔

(البقرہ ۲: ۲۱۹)

ترجمہ :- اور وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں آپ کہہ دیجئے کہ جو ضرورت سے زائد ہو۔

اس آیت قرآنیہ میں اللہ کے راستے میں

کئے ہیں ان کی کفالت ہو سکے۔

Tax are compulsory contribution to public authorities to meet the general expenses of Government which have been incurred for the public good. (3)

☆ راجہ آئی چلیا یوں رقطراز ہیں کہ یہ حاکم مجاز کو ادا کی جانے والی وہ لازمی ادائیگی ہے جس میں ادا کنندہ کو کوئی قابل پیمائش اور براہ راست نفع حاصل نہیں ہوتا۔

A Tax has been defined as a compulsory payment to a public authority in return for which the tax payer receives no measurable direct benefit. (4)

مصارف ٹیکس

ٹیکس کے مصارف میں دفاع، پولیس، تعلیم، عدالتیں، صحت عامہ، ذرائع ریل و رسائل، نظم و نسق عامہ، آبپاشی، خیراتی ادارے، بے روزگار کی امداد، تفریح گاہیں اور لائبریریاں ہیں۔

زکوٰۃ اور موجودہ ٹیکس اپنے بعض مقاصد و دائرہ کار میں ایک دوسرے سے خاصے جدا جدا ہیں اور ان کے نصاب شرح اور مصارف میں خاصہ فرق ہے۔ زکوٰۃ کے اندر یہ امتیازات موجود ہیں کہ اس کی ادائیگی میں عبادت کا تصور رحمت

زکوٰۃ کے متعلق پہلی بات یہ سمجھنی ضروری

ہے کہ یہ ٹیکس نہیں بلکہ ایک عبادت اور رکن اسلام ہے۔ اس لئے حکومت لوگوں سے ٹیکس لے کر یہ نہیں کہہ سکتی کہ اب زکوٰۃ کی ضرورت باقی نہیں رہی اور اسے اپنے Taxation کے نظام کی جگہ نکالنے کے لئے مناسب ترمیمات کرنی ہوں گی۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ حکومت کے موجودہ ٹیکسوں میں کوئی ٹیکس نہ ان مقاصد کے لئے لگایا جاتا ہے اور نہ ان طریقوں سے صرف کیا جاتا ہے جو قرآن میں زکوٰۃ کے متعلق مقرر کئے گئے ہیں۔ اس لئے زکوٰۃ کو حکومت کے ٹیکسوں کے ساتھ خلط ملط کرنا ہر لحاظ سے غلط ہے۔ ان دونوں کے مصارف بھی جدا جدا ہیں۔ (۱)

تعریفات ٹیکس

انسائیکلو پیڈیا امریکنا میں ٹیکس کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

☆ وہ ضروری ادائیگیاں جو حکومت کو خدمت عامہ کی غرض سے دی جاتی ہیں ٹیکس کہلاتی ہیں۔

Taxes are com payments to the government to support the public services. (2)

☆ ڈاکٹر جی۔ فنڈ کے نزدیک ٹیکس وہ لازمی چندہ ہے جو حکام مجاز کو اس غرض سے ادا کیا جاتا ہے کہ حکومت نے مفاد عامہ پر جو اخراجات صرف

ضرورت سے زائد مال خرچ کرنے کی رضاکارانہ طور پر ترغیب دی گئی ہے۔ اسی طرح:

”وہی موالہم حق للسانل والمحرورم“
ترجمہ: ان کے مالوں میں مانگنے والوں اور تنگ دستوں کا حق ہے۔ (الذاریات ۱۹)

اس آیت قرآنی میں بھی صاحب ثروت لوگوں کے مالوں میں سواہیوں اور تنگ دستوں کے حق سے مراد زکوٰۃ ہی ہے۔

ڈاکٹر نور محمد غفاری نے ابو عبیدہ قاسم بن سلام کے حوالے سے حکومت کے اس حق کے جواز میں یہ حدیث پیش کی ہے۔

عن عمر رضی اللہ عنہ انہ قال! فی مالک حق سوی الزکوۃ (۶)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ تیرے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔

سید قطب شہید نے ترمذی کے حوالے سے اسی حدیث کو یوں نقل کیا ہے:

”ان فی المال حقاً سوی الزکوۃ“

اور اس سے زکوٰۃ کے علاوہ حکومت کو ٹیکس لگانے کے اختیار کے حق میں استدلال کیا ہے۔ دورانِ تخریج اس حدیث کے متعلق یہ حقائق سامنے آئے ہیں۔ سنن داری میں اس حدیث کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

”الخبرنا محمد بن الطفیل حدثنا شریک بن ابی حمزہ عن عامر بن فاطمہ بنت القیس قالت سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان فی اموالکم حقاً سوی الزکوۃ (۷)

ترجمہ: ہمیں محمد بن طفیل نے خبر دی ہے کہ ہم سے شریک بن ابی حمزہ نے عامر بن فاطمہ بنت قیس سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ بے شک تمہارے مالوں میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔

مولانا عبدالرحمن مبارکپوری نے ترمذی شریف کی

ان احادیث کے متعلق لکھا ہے کہ:

”ان فی المال لحقاً سوی الزکوۃ“ اور ”ان فی المال حقاً سوی الزکوۃ“

جس ملک کے حقدار ہوں گے، نیک اور خیر مال ہیں وہ اس بات کی علامت ہیں کہ ان کے اغنیاء اپنے فرض میں کوتاہی مرتبے ہیں۔ حضرت علیؓ

یہ ابو حمزہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ پھر فرماتے ہیں:

قال احمد بن حنبل هذا منروک الحدیث وقال الدارقطنی ضعیف و قال البخاری لیس بقوی عندهم وقال النسائی لیس بثقة کذا فی المیزان (۸)

ترجمہ: احمد بن حنبلؓ نے فرمایا کہ یہ حدیث منروک ہے اور دارقطنیؒ نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور امام بخاریؒ نے فرمایا کہ ان کے نزدیک یہ حدیث قوی نہ ہے اور امام نسائیؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث میزان میں ثقہ نہیں ہے۔ علامہ ابن العربیؒ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

واذا کان الحدیث ضعیفا فلا یشغل بہ وقال ابو حمزہ میمون الاعور وهو ضعیف (۹)

ترجمہ: اور جب حدیث ضعیف ہو تو اس پر عمل نہیں کیا جاتا اور ابو حمزہ میمونؒ الاعور نے کہا کہ وہ ضعیف حدیث ہے۔

اسی طرح مولانا محمد یوسف بنوری نے اس حدیث کے متعلق انور شاہ کشمیری کے حوالے سے یوں نقل کیا ہے۔

”قال الشیخ (انور شاہ کشمیری) ان فی المال حق سوی الزکوۃ ولکنہ غیر منضبط۔“ (۱۰)

ترجمہ: شیخ (انور شاہ کشمیری) فرماتے ہیں کہ ”بے شک تیرے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی

حق ہے اور لیکن یہ حدیث غیر منضبط ہے۔

محمد بن عبداللہ علوی نے بھی اس حدیث کو سنن ابی ماجہ کی شرح میں اسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے مگر اس کے الفاظ یہ ہیں:

لیس فی المال حق سوی الزکوۃ کہ زکوٰۃ کے علاوہ مسلمانوں کے مالوں میں کوئی اور حق (واجب) نہیں۔ لیکن یہ حدیث مضطرب ہونے کی وجہ سے ناقابلِ عمل ہے۔ کیونکہ اسی سند کے ساتھ دوسری حدیث میں مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور حق بھی آیا ہے۔ سند ایک ہونے کے باوجود دونوں احادیث متعارض نظر آتی ہیں۔ (۱۱)

امام جلال الدین سیوطیؒ نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ:

و مثال الاضطراب فی المتن: فیما اور ذہ العراقی: حدیث فاطمہ بنت قیس قالت: سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الزکوۃ فقال ان فی المال لحقاً سوی الزکوۃ رواہ الترمذی ھکذا من روایۃ شریک عن ابی حمزہ عن الشطبی عن فاطمہ و رواہ ابن ماجہ من ھذا الوجه بلفظ: لیس فی المال حق سوی الزکوۃ قال ھذا اضطراب لا یحتمل التناول۔ (۱۲)

ترجمہ: متن میں اضطراب کی مثال یہ ہے کہ عراقی میں وارد ہے کہ فاطمہ بنت قیس کی حدیث میں آیا ہے کہ اس نے کہا کہ نبی اکرمؐ سے زکوٰۃ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ بے شک مال میں حق ہے زکوٰۃ کے علاوہ: امام ترمذی نے اس کو شریک بن ابی حمزہ اور انہوں نے شاطبی سے اور انہوں نے فاطمہ سے روایت کیا اور ابن ماجہ نے اس سند سے اس لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ”مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور کوئی حق (لازم) نہیں ہے“ اور کہا کہ یہ اضطراب ہے اور اس کی تاویل کا بھی احتمال نہیں کیا جاسکتا۔

زکوٰۃ کے علاوہ دیگر ٹیکس لگانے کے حکومتی استحقاق کی تائید میں ابن حزم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے مالوں میں اس قدر فرض کر دیا ہے کہ ان کے فقراء کی کفالت ہو سکے۔ پس اگر حقدار بھوکے ہیں، یا ننگے اور خستہ حال ہیں تو اس کا سبب یہی ہو گا کہ انبیاء اس فرض کی ادائیگی میں کوتاہی برتتے ہیں۔

عن علی ابن ابی طالب یقول ان الله فرض علی الاغنیاء فی اموالهم بقدر ما یکفی فقر آء هم فان جاعوا او عروا جاهدوا فتیمم الاغنیاء۔

ابو عبیدہ قاسم بن سلام کے مطابق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور بہت سے دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی حق میں ہیں۔ فقراء کرام میں عطاء ابن ابی رباح، امام شیخ طاؤس، حماد بن سلمہ اور ابو عبیدہ کا بھی یہی مسلک ہے ابن حزم نے تو یہاں تک تحریر کیا ہے:

و فرض علی الاغنیاء من اهل کل بلدان ان یقوموا بفقرائهم و یجبرهم السلطان علی ذالک ان لم تقیم الزکوٰۃ بهم۔ (۱۳)

ترجمہ :- اور ہر شہر کے مالدار لوگوں پر فرض ہے کہ اپنے محتاجوں کی کفالت کریں اور سلطان انہیں اس بات پر مجبور کر سکتا ہے بشرطیکہ زکوٰۃ کی آمدنی اس مقصد کے لئے ناکافی ہو۔

اسی طرح کے ضرائب کی مثال غزوہ تبوک کے لئے آنحضرتؐ کا صحابہ کرامؓ سے چندہ لینا ہے۔ جس کے لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے گھر کا سارا مال پیش کر دیا تھا۔ یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ نبی اکرمؐ نے انہیں گھر کا سارا سامان دینے کا حکم ہرگز نہیں دیا تھا۔ انہوں نے رضاکارانہ طور پر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے آپؐ کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔

اس واقعہ کے پیش نظر فقہائے اسلام کے

نزدیک ناگہانی صورت حال مثلاً حادثہ، جہاد، قحط و سیلاب وغیرہ کی صورت میں سرکاری خزانہ کی مدد کرنا مسلمانوں پر فرض کفایہ بن جاتا ہے اور اگر ضرورت ایسی ہو کہ کسی خاص علاقہ کے لئے مخصوص ہو تو اس کی ذمہ داری عام نہیں ہوگی۔ اسی طرح ایسے جدید محاصل جو جائز طور پر لگائے گئے ہوں جیسے مشترکہ سرکھونے کے لئے یا پھرے دار کی اجرت کے لئے یا اسلامی فوج کو اسلحہ سے لیس کرنے کے لئے، جنگی قیدیوں کے لئے یا اس طرح کے دیگر رفائی کاموں کے لئے تو ایسے محاصل کی ادائیگی بالاتفاق جائز ہے۔

ان ٹیکسوں کی ضرورت پر علامہ ابن ہمامؒ نے اپنی رائے یوں پیش کی ہے کہ:

”ایسے نئے محصول کی ادائیگی صاحب استطاعت مسلمان پر واجب ہے کیونکہ حاکم وقت کی اطاعت ہر ایسے امر میں واجب ہے جس میں مسلمانوں کی بھلائی ہو۔“ (۱۴)

حکمران وقت ضرورت اور وقت کے تحت ایسا ٹیکس مانگ کر سکتا ہے جس کا مقصد ریاست کا تحفظ اور قوم کی قوت ہو۔ (شیخ شمس)

البتہ ایسے محاصل جو مفاد عامہ کے لئے نہ ہوں ان کی ادائیگی میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ الماوردی نے جائز ٹیکسوں کے لئے حاکم وقت کے ساتھ تعاون کے سلسلے میں یہ نہایت بلیغ جملہ کہا ہے:

لان الزیادۃ ظلم فی حقوق الرعیۃ و النقصان ظلم فی حقوق بیت المال۔ (۱۵)

ترجمہ :- کیونکہ زیادتی رعایا کے حقوق پر ظلم اور کمی بیت المال کے حقوق پر ظلم ہے۔ گویا مذکورہ مفاد عامہ اور آسمانی آفتوں کی صورت میں یہی نکتہ و مقصد کارفرما ہے کہ اگر ان ہنگامی حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے سرکاری خزانہ میں اتنی رقم موجود نہ ہو تو عوام پر حکمرانوں کا ٹیکس لگانا یا چندہ کی اپیل کرنا جائز ہے

کیونکہ ایسے جدید ضرائب صرف مصیبت اور جہاد میں اعانت کرنے کی خاطر ہی لگائے جاسکتے ہیں۔ سید قطب شہیدؒ ”زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے محاصل“ کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ زکوٰۃ وہ واحد حق نہیں جو مال میں عائد ہوتا ہو۔ درحقیقت زکوٰۃ مال و دولت پر لگائے جانے والے ٹیکس کی ادنیٰ ترین شرح ہے اور یہ ان حالات کے لئے ہے جب جماعت کو محاصل زکوٰۃ کے بعد مزید فنڈ کی ضرورت نہ پڑے۔ ایسے حالات میں جبکہ زکوٰۃ کی آمدنی ناکافی ہو۔ اسلام کے ہاتھ بندھے ہوئے نہیں ہیں۔ اس لئے شریعت اسلامی کو نافذ کرنے والے صاحب امر کو سرمایہ پر ٹیکس لگانے کے وسیع اختیار دیئے گئے ہیں وہ سرمایہ میں سے اس قدر طلب کر لینے کا مجاز ہے جس قدر کہ اصلاح حال کے لئے ضروری ہو۔ چنانچہ انہوں نے اپنے موقف کی تائید میں وہی حدیث بیان کی ہے۔

ان فی المال حقا سوی الزکوٰۃ

بہر حال اس حدیث کو ٹیکس کے جواز اور عدم جواز دونوں کے لئے حجت اور دلیل نہیں بنایا جاسکتا ہے کیونکہ یہ ضعیف، متروک، غیر قوی، غیر مضبوط اور مضطرب حدیث ہے۔ اس کا تفصیل بیان اس فصل کے آغاز میں گزر چکا ہے۔ اسلامی قانون سازی میں ”مصلح مرسلہ“ اور ”سد ذرائع“ کے اصول اپنے اندر اتنی وسعت رکھتے ہیں کہ ان کے تحت ہر طرح کے سماجی مصلح کا حصول اور ہر طرح کے مضر کاموں کا ازالہ ممکن ہے۔ لہذا مصلح مرسلہ کے مفہوم و وسعت کے متعلق چند وضاحتیں پیش کرنا نہایت ضروری ہے۔

”مصلح مرسلہ“ وہ مصلح یعنی اچھے کام جن کے شرعاً معتبر ہونے پر کتاب و سنت کی کوئی نص دلالت نہ کرتی ہو مصلح مرسلہ کہلاتے ہیں۔ یہ بات فقہاء کے نزدیک مختلف فیہ ہے کہ ان مصلح کا اعتبار و لحاظ اسلام کے بنیادی

اصولوں میں سے ہے کہ نہیں۔ بلا اشتہاء تمام
نقد فقہانے ان مصالح کو ملحوظ رکھا ہے اور انہیں
دلیل کے طور پر استعمال بھی کیا ہے اگرچہ ان
میں سے اکثریت نے مصالح مرسلہ کو ایک بنیادی
اصول تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔

کئی لوگ مصلحت مرسلہ کا انکار کرتے ہیں
مگر یہ حقیقت ہے کہ جب بھی فقہاء دو ہم جنس
(ایک جیسے) امور میں مختلف امور تجویز کرتے
ہیں یا دو مختلف امور کو ایک ہی حکم کے تحت
قرار دیتے ہیں تو مطلق مصلحت کا اعتبار کرتے
ہیں۔ اسی کو دوسرے لفظوں میں مصالح مرسلہ پر
اعتبار کرنا کہا جاتا ہے۔ (۱۶)

مذکورہ بالا آراء کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ
بات مناسب معلوم ہوتی ہے کہ معتدل رائے ہی
اقرب الی الصواب نظر آتی ہے کہ مصالح مرسلہ کا
اعتبار صرف ان امور میں کیا جائے گا جن میں
فصل قطعی وارد نہ ہوئی ہو۔ لہذا مسائل عامہ میں
مصلحت مرسلہ کی ایک بقدر ضرورت فہم موند
نہ ہو تو حکمران مال داروں پر بقدر ضرورت نیکس
عائد کر سکتا ہے۔ جب تک کہ خزانہ میں دوسری
مدات سے کچھ آمدنی بقدر ضرورت نہ آجائے
یہ طریقہ اختیار کرنا انتہائی معقول نظر آتا ہے۔

البتہ مسلمان حکمران کو چاہئے کہ یہ نیکس
فصل کٹنے اور پھلوں کے ٹوٹنے چانے کے وقت
وصول کرے تاکہ اس کی ادائیگی رعایا کے لئے
آسان اور کسی قسم کی بددیہی غلط فہمی اور مخالفت
نہ پیدا ہو سکے۔

زرعی نیکس سے متعلق علماء و فقہائے کرام کی آراء

فقہاء کے مابین عہد قدیم سے یہ اختلاف
موجود ہے کہ کیا زکوٰۃ کے علاوہ بھی اسلامی
حکومت کوئی حق وصول کر سکتی ہے؟ یہ حقیقت
ہے کہ اگر زکوٰۃ کی مقررہ شرح ثابت اور ناقابل
تغیر نہ ہوتی تو اس اختلاف کی کوئی بھی وجہ نہیں

تھی۔ اس اختلاف سے یہی پتہ چلتا ہے کہ زکوٰۃ
کی مقررہ شرح ثابت اور غیر متغیر ہے اور اسی
لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کے علاوہ کوئی
اور حق (Tax) عائد کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس
سلسلے میں متعدد فقہائے کرام کی آراء پیش کی جا
رہی ہیں تاکہ ان کی روشنی میں یہ معامہ مناسب
طریقے سے حل ہو سکے۔

تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جب بھی اسلام کا نظام عمر و زکوٰۃ نافذ ہوا نہ غیرت رعایا نہ ضرورت نیکس

بیشک محمد کرم اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرماتے ہیں کہ
”اسلام میں مسلمانوں پر عشر (اور بعض
مخصوص صورتوں میں خراج بھی) واجب ہے
جبکہ خراج غیر مسلموں پر حکومت کی طرف سے
واجب ہے۔ کیونکہ عشر دراصل زمینی پیداوار کی
زکوٰۃ ہے اور یہ مسلمانوں کی ہی پیداوار پر لازم
ہے اور کوئی غیر مسلم اس عبادت کا اہل نہیں
ہے۔ لہذا غیر مسلموں پر لگایا جانے والا نیکس
دراصل ”اجرت ارض“ یعنی زمین کے استعمال و
تصرف کا کرایہ ہے۔ باقی رہا مسئلہ زرعی نیکس کے
بوز و عدیہ جواز کا تو اس ضمن میں عرض ہے کہ
یہ سب پر واضح ہے کہ مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض
کے علاوہ نیکس کے چند مخصوص حالات میں چند
شرائط کے ساتھ ہی لگانے کا حکمرانوں کو اختیار
ہے۔ سب سے پہلے ضروری ہے کہ زکوٰۃ الارض
(عشر) کے اتفاق نظام کو مستحکم بنایا جائے اور پھر
اس کے ثمرات و آمدنی کو جانچنے کے بعد کہ آیا
یہ سرمایہ حکومتی جائز ضرورت کو پورا کر سکتا ہے
تو ٹھیک ورنہ ہنگامی اور غیر دوامی (Interim)
زرعی نیکس لگایا جائے اور خزانہ میں دوسری
مدات سے آمدنی ہو جانے یا ناگہانی آفت کے ٹل
جانے کی صورت میں وہ نیکس ختم کر دیا جائے۔

دوسرا مسئلہ رہا زرعی دولت نیکس یا زرعی
آمدنی نیکس کا تو جہاں تک میرے علم میں ہے
زرعی دولت نیکس تو سراسر غیر شرعی ہے البتہ
عشر سے زرعی آمدنی پر زکوٰۃ کی مثل زرعی آمدنی
پر ہی عارضی نیکس لگایا جاسکتا ہے۔ جبکہ اس کے
صرف کا یقین مصالح مرسلہ سے مطابقت رکھتا
ہو۔“

مولانا عبدالملک صاحب نے اس سلسلے میں
خط کے جواب میں لکھا کہ:

عشری زمینوں پر عشر واجب ہو گا۔ خرابی
زمینوں پر خراج یعنی زمین کی پیداواری صلاحیت
کو دیکھ کر اس پر ایک مقررہ نیکس عائد کر دیا
جائے۔ عشر مسلمانوں پر واجب ہے جبکہ خراج
مقاسمہ و خراج موقت غیر مسلموں پر۔

اگر ضرورت نہ پڑے تو مقررہ ڈیوٹی پر ہی
اکٹھا کیا جائے۔ اگر ضرورت ہو تو پھر مزید نیکس
لگائے جاسکتے ہیں۔ زمین پر نیکس پیداوار ہی کے
مناسب حصہ کی صورت میں یا زیادہ پیداوار والی
زمین پر زیادہ اور کم پیداوار والی زمین پر کم لگایا
جائے۔ لیکن زمین کی مالیت کی تشخیص کر کے اس
کے مطابق نیکس لگانا درست نہیں یعنی یہ نیکس
کہ زرعی زمین ایک مرلہ (۲۵ ایکڑ) ہے اس کی
مالیت پانچ لاکھ ہے تو اس طریقہ سے زمیندار سے
ایک مرتبہ ہی اتنا نیکس وصول کر لیا جائے گا کہ
مالک زمین پانچ دس سال تک اس بوجھ کے نیچے
دبا رہے گا اور پھر سال بہ سال نیکس ادا کرنا اس
کے لئے ممکن نہ ہو گا۔ اس لئے زمین پر ڈیوٹی
کی وہی شکلیں درست ہیں جو پہلے سے اسلام
میں رائج ہیں۔ موجودہ حکومتیں زرعی سرمایہ پر
اس طرح سے نیکس لگائیں کہ زمین کی مالیت کو
پیش نظر رکھیں اور پیداوار کے حساب سے نیکس
نہ لگائیں تو یہ طریقہ درست نہ ہو گا۔

پروفیسر غلام سرور مرحوم نے قانون زکوٰۃ و
عشر چند ”شبہات کا ازالہ“ کے عنوان کے تحت

اس سوال کہ کیا قانونِ زکوٰۃ عشر کے نفاذ کے بعد کسی نے ٹیکس خصوصاً آمدنی ٹیکس اور دوات ٹیکس کا دعوں جائز ہے؟ کے جواب میں لکھا ہے:

ہی ہاں! بالکل جائز ہے۔ زکوٰۃ کا نصاب اس کی شرح اور اس کے مصارف قطعاً متعین ہیں۔ ان میں کسی قسم کی ترمیم ممکن نہیں۔ لہذا اگر حکومت کو دوسری ضرورت کے لئے مالی وسائل کی ضرورت ہو تو وہ ایسے وسائل قوم سے حاصل کرنے کا حق رکھتی ہے۔ اگر یہ حصول لازماً ہو تو ٹیکس ہے اور رضاکارانہ ہو تو عطیہ ہے اور اگر بشرطِ داہمی ہو تو قرض ہے زکوٰۃ اور ٹیکس نہ ایک دوسرے کی جگہ سہلے سکتے ہیں اور نہ ہی ایک دوسرے کو ساقط کر سکتے ہیں۔ اصول اور عملی اعتبار سے زکوٰۃ اور ٹیکس کے فرق کے بارے میں درج ذیل نکات قابلِ غور ہیں:

زکوٰۃ مالی عبارت ہے جو مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے۔ ٹیکس حکومت وقت اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لئے لگاتی ہے۔ زکوٰۃ کبھی ساقط نہیں ہو سکتی۔ ٹیکس لگ بھی سکتا ہے اور مٹ بھی سکتا ہے۔ زکوٰۃ کا نصاب اور شرح متعین ہے ان میں قطعاً کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ لیکن ٹیکس کی حد اور شرح شست بڑھ سکتی ہے۔ مصارف زکوٰۃ مخصوص ہیں ٹیکس کو حکومت اپنی ملکی ضروریات پر صرف کر سکتی ہے۔ (۱۲)

مولانا محمد تقی امینی لکھتے ہیں:

ہر حکومت کو نظامِ حکومت چلانے کے لئے خزانہ کی ضرورت ہوتی ہے اور خزانہ کی آمدنی کا ذریعہ بالعموم ٹیکس ہوتا ہے جو عام لوگوں سے وصول کیا جاتا ہے۔ یہ ٹیکس بہت سے چیزوں پر لگایا جاتا ہے جس کی وصولی و تحویل کے لئے مختلف قواعد و ضوابط مقرر ہوتے ہیں۔ لیکن ان میں سے زیادہ اہم ٹیکس وہ ہوتا ہے جو زمین پر لگایا

جاتا ہے اور اس سے یہ مقصد ہوتا ہے کہ کاشتکاروں کی آمدنی کا کچھ حصہ ایک جگہ جمع کر کے حکومت اسے مفاد عامہ کے کاموں میں خرچ کرے اور لوگوں کا عام معیار بلند ہو۔ (۱۸)

اگر نظامِ حکومت درست ہو جائے تو موجودہ ٹیکسوں کا ایک چوتھائی حصہ بھی کفالت کرے گا اور آبادی بھی ہارپاچا کو زیادہ ہوگی۔

علامہ ذاکر یوسف قرضاوی نے اپنی رائے دیتے ہوئے لکھا ہے کہ جہاں تک عصری و اجتماعی ضروریات کی کفالت کا تعلق ہے اور جدید دور کی حکومت کے ضروری مصارف کو پورا کرنے کا تعلق ہے تو اس کے لئے زکوٰۃ کے علاوہ اور ٹیکس بھی عائد کئے جاسکتے ہیں۔ اس لئے دور جدید کی ریاستیں اپنے باشندوں پر جائیداد ٹیکس عائد کرتی ہیں اور یہ ٹیکس بطور سزا نہیں ہوتا ہے بلکہ اس ٹیکس کی ادائیگی سے مناسب جائیداد لوگ حکومتی کاموں میں حصہ دار بنتے ہیں۔

اس کے علاوہ دوات ٹیکس کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ واقعی صورت حال یہ ہے کہ آج کی حکومتیں عام زرعی زمینوں پر خالص جائیداد ٹیکس (Wealth Tax) عائد کرتی ہیں اور اس میں زمین کے عشری اور غیر عشری ہونے کو بھی بعض اوقات مد نظر نہیں رکھتیں۔ عملی طور پر بھی یہی صورت پائی رہ جاتی ہے کہ ہر مسلمان کی ملکیتی زمین کی پیداوار پر عشر یا نصف عشر عائد کیا جائے اور جائیداد ٹیکس ہر وہ شخص ادا کرے جو زمین کا مالک ہے۔ (۱۹)

شیخ محمد شنتوت نے بھی اس مسئلہ پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حکمران ضرورت اور وقت کے تقاضے کے تحت مسلمانوں اور غیر مسلموں پر ایسا ٹیکس عائد کر سکتا ہے جس کا مقصد ریاست کا تحفظ اور قوم کی قوت ہو۔

اور اللہ تعالیٰ کے واجب کردہ صدقات اور زکوٰۃ وغیرہ اس قسم کے ٹیکس سے مانع نہیں۔ (۲۰)

سید ابوالاعلیٰ مودودی اپنی رائے کا یوں اظہار کرتے ہیں:

اسلام میں زکوٰۃ وصول کرنے کے ساتھ ساتھ اہم ٹیکس عائد کرنا جائز ہے کیونکہ اسلامی ریاست میں یہ دونوں چیزیں جائز ہو سکتی ہیں۔ زکوٰۃ کے مصارف بالکل متعین ہیں۔ اسی طرح اس کا نصاب اور اس کی شرح بھی نئی نے متعین فرما دی ہے۔ ان امور میں کوئی ترمیم و تنسیخ جائز نہیں ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ریاست کو اگر دوسری مزید ضروریات درپیش ہوں تو وہ ان کے لئے قوم سے مالی مدد حاصل کی جاسکتی ہے۔ اگر یہ وصول جبری ہو تو ٹیکس اور اگر رضاکارانہ ہو تو چندہ ہے اور داہمی کی شرط ہو تو قرض (Line) ہے۔ زکوٰۃ اور یہ دوسری قسم کی وصولیاں نہ ایک دوسرے کی جگہ سہلے سکتی ہیں اور نہ ایک دوسرے کو ساقط کر سکتی ہیں۔ اگر حکومت ملک میں ایک صحیح اسلامی حکومت قائم ہو جائے اور دینداری سے اس کا نظام چلایا جائے تو آج ٹیکسوں کی ضرورت باقی نہیں رہے گی جتنے آج موجود ہیں۔ موجودہ زمانے میں ٹیکسوں کے معاملے میں جتنی بدعنوانیاں اور بددیوانیاں ہوتی ہیں وہ سب جانتے ہیں۔ ایک طرف تو جس مقصد کے لئے ٹیکس لگایا جاتا ہے اسکا بمشکل دس فیصدی اس مقصد پر صرف ہوتا ہے دوسری طرف ٹیکسوں سے بچنے کے لئے (Evasion) کی ایک عام ذہنیت پیدا ہو گئی ہے۔ اگر نظامِ حکومت درست ہو جائے تو موجودہ ٹیکسوں کا ایک چوتھائی حصہ بھی کفالت کرے گا اور آبادی بھی چار پانچ گنا زیادہ ہو جائے گی۔ (۲۰ اے)

جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے مفتیان اکرام کی رائے یہ ہے کہ حکومت نظام و انصرام کے لئے رعایا پر ٹیکس عائد کر سکتی ہے۔ بشرطیکہ رعایا اس

ہوچہ کو برداشت کرنے کی ہمت رکھتی ہو اور حکومت بھی اس کو مناسب مقام پر خرچ کرت۔	سنن ترمذی (بیروت ۱۹۸۸ء ص ۷۶)	امر اللہ بھا رسولہ فسن سنہا من المسلمین علی وجہہا فدیعتھا فسن
ہاں العلوم کراچی کے مفتی صاحبان کی رائے یہ ہے کہ:	۱۳۹ (۱۳۹) میں ضعیف قرار دیا ہے۔	سعدھا موفوہا ولا یعت ۲۶
عشر کی ادائیگی کا تعلق حقیق اللہ سے ہے اس لئے اس کا ادا کرنا تو ہر حال میں ضروری ہے۔	ابوالحسن الماوردی نے نبی اکرمؐ کے ارشاد امد نظر رکھتے ہوئے لکھا ہے:	ترجمہ: اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ صدقہ کا وہ فریضہ ہے جو رسول اللہؐ نے مسلمانوں پر فرض کیا اور یہ وہی ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو دیا۔
البتہ زمینداروں اور کاشتکاروں کو سولتیں دینا کرنے اور ضرورتیں پورا کرنے میں حکومت کا جو خرچ ہوتا ہے اس کا مناسب مقدار کی حد تک وصول کرنا تو حکومت کے لئے جائز ہے جیسے انیانہ وغیرہ لیکن اس کے علاوہ دوسرے قسم کے ٹیکس وصولی کرنے کے لئے چند شرائط ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ حکومت کے جائز مصارف ائر جزیہ، خراج، فنی اور مال غنیمت وغیرہ سے پورے نہیں ہوتے ہیں تو حکومت کے لئے ٹیکس لگانا جائز ہے اور عوام کے لئے اس قانون کی پابندی لازم ہوگی۔ بشرطیکہ یہ ٹیکس بتدریج ضرورت ہو اور لوگوں کے لئے قابل برداشت ہو اور ٹیکس وصول کرنے کا جو طریقہ ہے وہ لوگوں کے لئے ایذا رسانی کا باعث بھی نہ ہو۔	ترجمہ: مسلمانوں کے مال میں سوائے زکوٰۃ کے اور کچھ فرض نہیں۔	یہیں مسلمانوں میں سے جس سے فریضہ کے مطابق طلب کیا جائے وہ ادا کرے اور جس سے اس سے زیادہ مانگا جائے وہ نہ دے۔
نہیں دے گا تو حکومت کے لئے جائز ہے جیسے انیانہ وغیرہ لیکن اس کے علاوہ دوسرے قسم کے ٹیکس وصولی کرنے کے لئے چند شرائط ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ حکومت کے جائز مصارف ائر جزیہ، خراج، فنی اور مال غنیمت وغیرہ سے پورے نہیں ہوتے ہیں تو حکومت کے لئے ٹیکس لگانا جائز ہے اور عوام کے لئے اس قانون کی پابندی لازم ہوگی۔ بشرطیکہ یہ ٹیکس بتدریج ضرورت ہو اور لوگوں کے لئے قابل برداشت ہو اور ٹیکس وصول کرنے کا جو طریقہ ہے وہ لوگوں کے لئے ایذا رسانی کا باعث بھی نہ ہو۔	علامہ علاء الدین علی بن حسام الدین الہندی المتوفی ۷۹۰ھ نے نقل کیا ہے:	مولانا فضل الرحمان بن میاں محمد نے اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا ہے:
نہیں دے گا تو حکومت کے لئے جائز ہے جیسے انیانہ وغیرہ لیکن اس کے علاوہ دوسرے قسم کے ٹیکس وصولی کرنے کے لئے چند شرائط ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ حکومت کے جائز مصارف ائر جزیہ، خراج، فنی اور مال غنیمت وغیرہ سے پورے نہیں ہوتے ہیں تو حکومت کے لئے ٹیکس لگانا جائز ہے اور عوام کے لئے اس قانون کی پابندی لازم ہوگی۔ بشرطیکہ یہ ٹیکس بتدریج ضرورت ہو اور لوگوں کے لئے قابل برداشت ہو اور ٹیکس وصول کرنے کا جو طریقہ ہے وہ لوگوں کے لئے ایذا رسانی کا باعث بھی نہ ہو۔	ان تمام اسلامک ان نووہا زکوٰۃ اموالکم (۲۳)	اسلامی تاریخ اس پر گواہ ہے کہ رسول اللہؐ کے عہد مبارک میں حکومت اور مسلمانوں کی ہمتی مال کی ضرورت تھی بعد میں وہی صورت بھی سانسے نہیں آئی۔ لیکن اس کے باوجود ہمیں ایک بھی ایسی حدیث نہیں ملتی جس سے پتہ چلے کہ رسول اللہؐ یا خلفائے راشدین نے زکوٰۃ اور ستر کے علاوہ زبردستی ٹیکس لگا کر مال وصول کیا ہو۔ نبی کریمؐ کو جب بھی ضرورت پیش آتی تو آپؐ سے رضاکارانہ طور پر صدقہ لے لیا جاتا۔ غزوہ تبوک اس کی بہترین مثال ہے۔ (۲۷)
نہیں دے گا تو حکومت کے لئے جائز ہے جیسے انیانہ وغیرہ لیکن اس کے علاوہ دوسرے قسم کے ٹیکس وصولی کرنے کے لئے چند شرائط ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ حکومت کے جائز مصارف ائر جزیہ، خراج، فنی اور مال غنیمت وغیرہ سے پورے نہیں ہوتے ہیں تو حکومت کے لئے ٹیکس لگانا جائز ہے اور عوام کے لئے اس قانون کی پابندی لازم ہوگی۔ بشرطیکہ یہ ٹیکس بتدریج ضرورت ہو اور لوگوں کے لئے قابل برداشت ہو اور ٹیکس وصول کرنے کا جو طریقہ ہے وہ لوگوں کے لئے ایذا رسانی کا باعث بھی نہ ہو۔	ابن عربی اکرم اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حلال بن ابی مرثدہ کو جب عامل مانکر بھیجا تو ارشاد فرمایا:	عقی غلام سرور نے اپنی یہ رائے دی ہے کہ:
نہیں دے گا تو حکومت کے لئے جائز ہے جیسے انیانہ وغیرہ لیکن اس کے علاوہ دوسرے قسم کے ٹیکس وصولی کرنے کے لئے چند شرائط ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ حکومت کے جائز مصارف ائر جزیہ، خراج، فنی اور مال غنیمت وغیرہ سے پورے نہیں ہوتے ہیں تو حکومت کے لئے ٹیکس لگانا جائز ہے اور عوام کے لئے اس قانون کی پابندی لازم ہوگی۔ بشرطیکہ یہ ٹیکس بتدریج ضرورت ہو اور لوگوں کے لئے قابل برداشت ہو اور ٹیکس وصول کرنے کا جو طریقہ ہے وہ لوگوں کے لئے ایذا رسانی کا باعث بھی نہ ہو۔	ان اللہ افترض علیہم صدقۃ فی اموالہم	ضرائب یعنی ہنگامی ٹیکس بھی بیت المال کے لئے ہوتے ہیں اگر کفار کے ساتھ جنگ ہو جائے اور بیت المال خالی ہو اور لوگوں کو ان کی ضروریات میسر نہ آ رہی ہوں جس سے تباہی و بربادی اور ہلاکت کا قوی اندیشہ منڈلا رہا ہو اور فنی و سرمایہ دار لوگ بھی وہ تمام مالی حقوق ادا کر چکے ہوں جو ان پر عائد ہوتے تھے لیکن ابھی بھی ملکی ضروریات پوری نہ ہو رہی ہوں یا قحط سالی سے بربادی و ہلاکت کا قوی اندیشہ بدستور باقی
نہیں دے گا تو حکومت کے لئے جائز ہے جیسے انیانہ وغیرہ لیکن اس کے علاوہ دوسرے قسم کے ٹیکس وصولی کرنے کے لئے چند شرائط ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ حکومت کے جائز مصارف ائر جزیہ، خراج، فنی اور مال غنیمت وغیرہ سے پورے نہیں ہوتے ہیں تو حکومت کے لئے ٹیکس لگانا جائز ہے اور عوام کے لئے اس قانون کی پابندی لازم ہوگی۔ بشرطیکہ یہ ٹیکس بتدریج ضرورت ہو اور لوگوں کے لئے قابل برداشت ہو اور ٹیکس وصول کرنے کا جو طریقہ ہے وہ لوگوں کے لئے ایذا رسانی کا باعث بھی نہ ہو۔	فانحبرہم ان اللہ فرض علیہم زکوٰۃ فی اموالہم	
نہیں دے گا تو حکومت کے لئے جائز ہے جیسے انیانہ وغیرہ لیکن اس کے علاوہ دوسرے قسم کے ٹیکس وصولی کرنے کے لئے چند شرائط ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ حکومت کے جائز مصارف ائر جزیہ، خراج، فنی اور مال غنیمت وغیرہ سے پورے نہیں ہوتے ہیں تو حکومت کے لئے ٹیکس لگانا جائز ہے اور عوام کے لئے اس قانون کی پابندی لازم ہوگی۔ بشرطیکہ یہ ٹیکس بتدریج ضرورت ہو اور لوگوں کے لئے قابل برداشت ہو اور ٹیکس وصول کرنے کا جو طریقہ ہے وہ لوگوں کے لئے ایذا رسانی کا باعث بھی نہ ہو۔	ترجمہ: پس ان کو آگاہ کر دینا کہ بے شک اللہ نے ان کے مالوں میں زکوٰۃ فرض کی ہے۔	
نہیں دے گا تو حکومت کے لئے جائز ہے جیسے انیانہ وغیرہ لیکن اس کے علاوہ دوسرے قسم کے ٹیکس وصولی کرنے کے لئے چند شرائط ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ حکومت کے جائز مصارف ائر جزیہ، خراج، فنی اور مال غنیمت وغیرہ سے پورے نہیں ہوتے ہیں تو حکومت کے لئے ٹیکس لگانا جائز ہے اور عوام کے لئے اس قانون کی پابندی لازم ہوگی۔ بشرطیکہ یہ ٹیکس بتدریج ضرورت ہو اور لوگوں کے لئے قابل برداشت ہو اور ٹیکس وصول کرنے کا جو طریقہ ہے وہ لوگوں کے لئے ایذا رسانی کا باعث بھی نہ ہو۔	حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت انسؓ کو بحرن کا عامل بناتے ہوئے تحریری حکم دیا۔	
نہیں دے گا تو حکومت کے لئے جائز ہے جیسے انیانہ وغیرہ لیکن اس کے علاوہ دوسرے قسم کے ٹیکس وصولی کرنے کے لئے چند شرائط ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ حکومت کے جائز مصارف ائر جزیہ، خراج، فنی اور مال غنیمت وغیرہ سے پورے نہیں ہوتے ہیں تو حکومت کے لئے ٹیکس لگانا جائز ہے اور عوام کے لئے اس قانون کی پابندی لازم ہوگی۔ بشرطیکہ یہ ٹیکس بتدریج ضرورت ہو اور لوگوں کے لئے قابل برداشت ہو اور ٹیکس وصول کرنے کا جو طریقہ ہے وہ لوگوں کے لئے ایذا رسانی کا باعث بھی نہ ہو۔	بسم اللہ الرحمن الرحیم	
نہیں دے گا تو حکومت کے لئے جائز ہے جیسے انیانہ وغیرہ لیکن اس کے علاوہ دوسرے قسم کے ٹیکس وصولی کرنے کے لئے چند شرائط ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ حکومت کے جائز مصارف ائر جزیہ، خراج، فنی اور مال غنیمت وغیرہ سے پورے نہیں ہوتے ہیں تو حکومت کے لئے ٹیکس لگانا جائز ہے اور عوام کے لئے اس قانون کی پابندی لازم ہوگی۔ بشرطیکہ یہ ٹیکس بتدریج ضرورت ہو اور لوگوں کے لئے قابل برداشت ہو اور ٹیکس وصول کرنے کا جو طریقہ ہے وہ لوگوں کے لئے ایذا رسانی کا باعث بھی نہ ہو۔	ہذا فریضۃ الصدقۃ الی فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المسلمین ولکنی	
نہیں دے گا تو حکومت کے لئے جائز ہے جیسے انیانہ وغیرہ لیکن اس کے علاوہ دوسرے قسم کے ٹیکس وصولی کرنے کے لئے چند شرائط ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ حکومت کے جائز مصارف ائر جزیہ، خراج، فنی اور مال غنیمت وغیرہ سے پورے نہیں ہوتے ہیں تو حکومت کے لئے ٹیکس لگانا جائز ہے اور عوام کے لئے اس قانون کی پابندی لازم ہوگی۔ بشرطیکہ یہ ٹیکس بتدریج ضرورت ہو اور لوگوں کے لئے قابل برداشت ہو اور ٹیکس وصول کرنے کا جو طریقہ ہے وہ لوگوں کے لئے ایذا رسانی کا باعث بھی نہ ہو۔		

ہو تو اس صورت میں سرمایہ داروں پر ہنگامی اور
وقتی ٹیکس لگائے جا سکتے ہیں۔ ضرائب (ہنگامی
امداد) سے اگر ایسی استعداد گریز کرنے لگیں تو
حکومت اسلامیہ ان سے جبری طور پر بھی امداد
لے سکتی ہے۔ لیکن نظام مصطفیٰ میں ان موجودہ
بے ہنگم ٹیکسوں کی کوئی گنجائش نہیں جو حکومتیں
عوام پر بلا جواز مسلط کرتی ہیں۔ (۲۸)

حوالہ جات

۱۔ ابو الاعلیٰ مودودی، معاشیات اسلام، ص ۳۶۹ تا
۳۷۰۔ اسلامک پبلیکیشنز، لیٹڈ شاہ عالم مارکیٹ
لاہور

Americana: Vol:26 p: 287

2- The Encyclopedia

of public finance by Dr.G.Finlay

3- The Science

in under developed countries by

4- Fiscal policy

7- Chalhah (London 1960: p 61)

۵۔ Raja - ابو الکلام آزاد۔ حقیقتِ زکوٰۃ

مطبوع لاہور ۱۹۵۰ء ص ۲۳

۶۔ نور محمد غفاری۔ اسلام کا قانونِ حاصل۔ ص
۳۲

۷۔ ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمان الداری۔ سفن
الداری (باب ما یجب فی مال سوا الزکوٰۃ) مکتبہ
دار احیاء السنۃ والسبویہ۔ ج ۱۔ ص ۳۹۵

۸۔ عبدالرحمان مہکپوری۔ تحفۃ الاجوزی۔ ج
دار لکتاب السنۃ بیروت۔ ج ۲۔ ص ۲۲

۹۔ ابن العربی۔ عارضۃ الاجوزی بشرح الصحیح
الترغذی۔ ج ۳۔ ص ۱۶۲ تا ۱۶۳

۱۰۔ محمد یوسف بنوری۔ معارف السنۃ (انجیر،
الخاص) طبع ثانی ۱۳۹۵ھ مکتبہ اربعہ اہم سیدہ اینڈ
کمپنی کراچی، ص ۲۶۹

۱۱۔ محمد بن عبداللہ علوی (شارح) سنن ابی ماجہ
مع شرح مفتاح الحاج۔ ادارہ احیاء السنۃ والسبویہ
۱۳۹۲ھ سرگودھا) ص ۱۲۹

۱۲۔ امام طلال الدین سیوطی۔ تدریب الراوی
(دارالشر الکتاب الاسلامیہ لاہور) ج ۱۔ ص ۲۶۶

۱۳۔ ابن حزم۔ المحلی ج ۲۔ ص ۳۵۲

۱۴۔ ابن حام۔ فتح القدیر۔ کتاب الکفالہ۔ ج
۵۔ ص ۲۲۲

۱۵۔ الماوردی۔ الاحکام السلطانیہ۔ مطبع قاہرہ۔
ص ۱۹۸

۱۶۔ سید قطب شہید۔ العبدانۃ الاجتماعیۃ فی
الاسلام (اردو ترجمہ ڈاکٹر نجف اللہ صدیقی)
اسلامک پبلیکیشنز لیٹڈ شاہ عالم مارکیٹ لاہور
۱۹۸۵ء۔ ص ۳۵۶ تا ۳۶۱

۱۷۔ مسائل زکوٰۃ و عشر۔ مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ
اسلام آباد ص ۲۵۱ تا ۲۵۲

۱۸۔ اسلام کا زرعی نظام
احسن اکیڈمی کراچی۔ ص ۲۷۷

۱۹۔ یوسف قرضاوی۔ فقہ الزکوٰۃ۔ ج ۲۔ ص
۳۲۶ تا ۳۳۰

۲۰۔ شیخ محمد شتوت۔ مفارقت المذاهب فی الفقہ
قاہرہ بحوالہ مسائل زکوٰۃ و عشر۔ ص ۲۵۲

۲۱۔ مودودی۔ معاشیات اسلام۔ ص ۳۷۱ تا
۳۷۲

۲۲۔ ترمذی شریف۔ ج ۱۔ ص ۱۰۷ و ۱۰۸ ماجہ
ص ۱۳۸

۲۳۔ نیل الاوطار۔ ج ۸۔ ص ۲۴

۲۴۔ الاحکام السلطانیہ۔ ص ۱۱۳

۲۵۔ کنز العمال (موسسۃ الرسالہ بیروت)
ج ۱۔ ص ۲۹۴

۲۶۔ بخاری الصحیح۔ ص ۱۸۷ و ۱۸۸۔ ج ۱۔ ص
۱۰۰ (ترجمہ علامہ وحید الزمان) کتاب الایمان۔

باب الدعاء الی شہادتین۔ (باب لا یؤخذ منکران
اموال الناس فی الصدقہ) ص ۱۹۴

۲۷۔ بخاری الصحیح۔ ص ۱۹۵

۲۸۔ نیل الاوطار۔ ج ۸۔ ص ۱۳۳

۲۹۔ مولانا فضل الرحمان بن میاں محمد۔ اکمل
ٹیکس کی شرعی حیثیت۔ دارالدعوة السلفیہ۔ شیش

محل روڈ لاہور۔ ص ۳۷

۳۰۔ غلام سرور قادری۔ معاشیات نظام مصطفیٰ۔

ص ۳۲ تا ۱۳۳

نماز کی سائنسی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے نماز کی اہمیت قرآن پاک میں متعدد جگہ
میان فرمائی ہے۔ ہمارے پیارے اور آخری نبی حضرت
محمد ﷺ نے اسے جنت کی کنجی قرار دیا ہے۔ یاد رکھئے
نماز صرف عبادت ہی نہیں ہماری ضرورت بھی ہے۔
ذرا غور تو کیجئے دن بھر میں پانچ مرتبہ ہاتھ منہ
پاؤں صاف کرنا دانت صاف کرنا وقت کی پابندی کرنا
ہماری صحت اور ہماری تندرستی میں کتنی اہمیت کی
حامل ہیں۔ پھر نماز پڑھنے کی حالتیں یعنی قیام رکوع
سجدے وغیرہ ہر ہر ادا ہر ہر حالت بہت بڑی نیکی
ہے۔ یہ انکی عبادت ہے جس میں قلبی اور اعصابی
نظام یکجا کر دین کو سکون اور دل کو اطمینان بخشنے
کیا۔ سائنسی طور پر یہ بات طے ہو چکی ہے کہ نماز
انسانی جذبہ کی تسکین کا سبب ہے۔ دورانِ خون کی
باقاعدگی کا نظام ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ جب آپ
عبادت کی حالت میں ہوتے ہیں تو دل اور دماغ کشادہ
آجگہ ہوتا ہے 'خون دماغ کی طرف جاتا ہے اور دماغ
کو تقویت ملتی ہے۔ نماز صرف روحانی علاج نہیں
سائنسی تحقیق کے مطابق بدن کے لئے انتہائی مفید
بھی ہے۔ کیونکہ نماز اعصاب کو تقویٰ اور توانا رکھنے
کے ساتھ ساتھ عقیدے اور ارادے کو مضبوط کرتی
ہے۔ نماز دین کی راہیں ہموار اور کشادہ کرتی ہے اور
ہم بہتر انداز سے سوچ سیکھ سکتے ہیں۔